پروفیسر محمد صدیق نیاز مند

اکبر اور جہانگیر کے دور میں فارسی کتبے

کشمیر کے حوالے سے

اکبر اور جہانگیر دونوں بادشاہ فن معماری کے بے حد شوقین تھے۔ عمارت سازی، پتھروں پر کھدائی اور کندہ کاری، درودیواروں پر نقش ونگار، جلیل الشان شاہی محلات، باشکوہ مساجد، مقبروں اور انکے بہترین اور اعلیٰ قسم کے کبتے ان دونوں بادشاہوں کے ذوق جمیل کی نہ فقط نشاندہی کرتے ہیں بلکہ انکی عظمت سطوت اور بلند وقار کو چار چاند لگاتے ہیں۔

از نقش ونگار درودیوار شکستہ

آثار پدیداست صنادید عجم را

ان دونوں بادشاہوں نے ہندوستان کے گوشہ وکنار میں بہت سی عمارات تعمیر کرائی ہیں۔ ابوالفضل جو دربار اکبری کا مستند مؤرخ تھا اکبر کی عمارت سازی کے بارے میں لکھتا ہے:

"ازین روگیتی خدیو (اکبر) پیوستہ عالی بناہا طرح فرماید ودرلباس آب وگل کارجان ودل بجای آرد"۔ (۱)

ایران کے صفوی بادشاہ اکبر اور جہانگیر کے معاصر تھے جہاں ادب کو زوال آمادگی کا سامنا تھا۔ اگر چہ ملک الشعراء بہار کے بقول اس دور میں ایران میں نظم ونثر میں زبردست تنزل

رونما ہوا لیکن صنائع دستی عمارت سازی، خوشنویسی اور نقاشی کے علاوہ قالین بافی جیسی صنائع میں صفویوں کا حسنِ سلیقہ مکمل طور اور پر نمایاں ہے۔ (۲) اس دور میں ایران کے دور و دراز علاقوں سے فن کار خوشنویس مصور سنگتراش اور معمار جوق در جوق ہندوستان پہنچتے رہے اور ان ایرانی فن کاروں اور خاص طور پر معماروں نے باہمی میل جول سے فن معماری میں ایک نئی روش اور طرز نے جنم لیا جسکو بقول علی اصغر حکمت "معماری ہندو اسلام یعنی Indo Islamic Architecture کا نام دیا جاسکتا ہے۔ (۳) اس کے علاوہ فن کتبہ نویسی بھی حد کمال کو پہنچا۔ چنانچہ ہندوستان میں اس دور کے بہت سے بہترین اور عمدہ کتبے آج بھی جگہ جگہ ملتے ہیں۔

جہاں تک کشمیر میں اکبر اور جہانگیری دور کی فن معماری کا تعلق ہے اس میں ہمیں ان عمارات کی طرز تعمیر کو ملحوظ نظر رکھنا لازمی ہوگا جو اکبر کی تسخیر کشمیر سے قبل یہاں تعمیر کرائے گئے تھے۔

W.H.Nicholls نے کشمیر کے فن معماری کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ۴

۱۔ مغلوں سے قبل کا طرز تعمیر:

۲۔ چوبی طرز تعمیر:

۳۔ خالص مغل طرز تعمیر۔

۱۔مغلوں سے قبل کے طرز تعمیر کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

پہلا ہندو راجاؤں کے تعمیر کردہ محل و مندر ہیں جو اکثر و بیشتر پتھروں کے بنے ہیں اور انکے بارے میں ابوالفضل لکھتا ہے کہ "باستانی بتخانہا شگفت آور" امروز بسیاری خراب ۵ اور جہانگیر توزک میں انکے متعلق یوں لکھتا ہے: "بتخانہای عالی کہ پیش از ظہور اسلام اساس یافتہ' بر جاست عمارتش ہمہ از سنگ واز بنیاد تا سقف سنگہای سی منی چہل منی تراشیدہ و برروی یک دیگر نہادہ"۔ (۶)

دوسری قسم کی مغلوں سے قبل کی طرز تعمیر کشمیر میں اسلام کے پھیلنے کے بعد جنم لیتی ہے جسکے دو اہم نمونے آج بھی سرینگر میں موجود ہیں جن میں سے ایک زینہ کدل کے پاس شاہی مقبرے (مزار سلاطین) اور سلطان زین العابدین کا بنوایا ہوا اسکی ماں کا مقبرہ ہے اور دوسرا بھی اسی سلطان کا بنوایا ہوا بوٹہ کدل کے قریب مزار مدنی یعنی مزار مدین صاحب ہے۔

۲۔ چوبی طرز تعمیر :۔

چوبی عمارت سازی کا طرز کشمیر کا انفرادی طرز ہے جسکے متعلق بقول صوفی کشمیر سے باہر کی دنیا کو زیادہ واقفیت حاصل نہیں چنانچہ جہانگیر ان کو کشمیر میں دیکھکر نہایت مسرت اور حیرانگی کے ساتھ توزک میں یوں توصیف کرتا ہے: ''عمارات کشمیر ہمہ از چوب است دو۔ آشیانہ وسہ آشیانہ وچہار آشیانہ می سازند و بامش را خاک پوش کردہ پیاز لالہ چوغاشی می نشانند و سال بسال در موسم بہاری شگفد وبغایت خوشنما ست۔ این تصرف مخصوص اہل کشمیر است'' (۷) بقول صوفی یہ چوبی طرز کی معماری کشمیر میں مسلمانوں کی دین ہے کیونکہ مسلمانوں کے مقبروں مسجدوں اور خانقاہوں میں آج بھی اس طرز کی عمارات دیکھنے میں آتی ہیں جبکہ ہندؤں کے مندروں کی ساخت اس کے بالکل الگ ہے۔ چوبی طرز کی معماری میں سرینگر میں زین العابدین کی بنوائی ہوئی بارہ منزلہ عمارت راج دان کافی مشہور رہی ہے۔ یہ عمارت موجودہ نالہ بل نوشہرہ سرینگر میں تعمیر کی گئی تھی۔ دوسری عمارات میں جامع مسجد، خانقاہ شاہ ھمدانؒ ، خانقاہ چرار شریف، خانقاہ شاہ ہمدان ترال، خانقاہ و مسجد شریف نقشبند صاحب، مسجد شریف پانپور، مزار و خانقاہ عیش مقام وغیرہ مشہور ہیں۔

۳۔ خالص مغل طرز تعمیر :۔

کشمیر میں خالص مغل طرز تعمیر کا آغاز میرزا حیدر دوغلت مؤلف تاریخ رشیدی نے کیا

ہے جس نے شہمیری دور میں کشمیر کو دو بار مسخر کیا تھا۔ اسنے کشمیر میں اپنے قیام کے دوران کشمیر کی فن معماری میں ایک نئی چیز کا اضافہ کیا ہے اور وہ حمام ہے۔ تاریخ حسن کے مطابق میرزا حیدر نے کشمیر میں ترکی طرز کے حمام تعمیر کرائے۔

اکبر اور جہانگیر دونوں نے کشمیر میں اسی طرز کی عمارات تعمیر کرائی ہیں جو انہوں نے آگرہ یا دہلی میں تعمیر کی تھیں جن میں سے ہاری پربت کے اردگرد کی فصیل اور اسکے اندر بسائے ہوئے ناگرنگر شہر کی عمارات شامل ہیں۔ اسطرح شہر سرینگر کی پتھر مسجد، شالیمار باغ اور ویرناگ میں گرمیوں کے ایام گذارنے کا شاہی محل اور حمام کے علاوہ اچھ بل کی بارہ دری آجکل بھی موجود ہیں (۸)۔ کشمیر میں اس دور کے فن معماری کے عمدہ نمونوں میں اکبر اور جہانگیر کے کشمیر میں بنوائے ہوئے باغات کو آج بھی وہی اہمیت حاصل ہے جو انکو اکبر اور جہانگیر کے زمانے میں حاصل رہی ہے۔ ان باغات کے تعمیر میں بھی وہ خاص طرز اور اسلوب نظر آتا ہے جو ہندوستان کے دوسرے مغلیہ دور کے باغات یا عمارات میں ملتا ہے۔ ان باغوں میں فوارے، آبشار، حوض اور چھوٹے چھوٹے باغیچے ہیں جن کے اردگرد یا بیچوں بیچ چھوٹی چھوٹی سڑکیں اور کیاریاں ہیں۔ یہ باغات کشمیر میں مغل باغات کے نام سے مشہور ہیں۔ ان باغوں کی توصیف میں جو اشعار اس دور کے شعرا نے کہے ہیں وہ فارسی ادب کے بہترین نمونے اور لطیف آثار میں شمار کئے جاسکتے ہیں۔ علی اصغر حکمت انکے بارے میں رقمطراز ہے کہ: ''اشعار و مثنویات ظریفی کہ شعرای فارسی زبان در دربار اکبری و اولاد او در اوصاف باغہای مغولی سرودہ اند و آمیزش طبیعت و صنعت را در زبان شعر وصف کردہ از آثار بسیار دلربا و لطیف ادب فارسی است'' (۹)۔

کشمیر پر قبضہ ہو جانے کے بعد (۹۹۴ھ) جب اکبر پہلی بار کشمیر آیا (۹۹۶ھ) تو اس نے پہلے پہل کشمیر آنے کے لئے راستے کو تعمیر کرانے کا کام اپنے مشہور درباری معمار محمد قاسم خان

کے سپرد کیا جس نے گجرات بمبر اور شوپیان کی شاہراہ تعمیر کی تھی۔ (۱۰) شاہراہ کے تعمیراتی کاموں کی تفصیل اکبر نامہ میں یوں درج ہے۔ "سہ ہزار سنگ تراشان کوہ کن و خاراشگافان فرہادفن و دو ہزار بیلداران کارگذار بسرکردگی قاسم خان دستور یافتند تانشیب وفراز این راہ سگرف راھموار سازند"

کشمیر میں یہ راستہ آج بھی مغل روڈ کے نام سے مشہور ہے۔ اس راستے کے تعمیراتی کاموں کا جائزہ فیضی نے کشمیر کی توصیف میں کہے ہوئے قصیدے میں یوں لیا ہے۔

بحکم خسرو والا ز تیشہ کوہ کنان

ہزار جوی روان کرد صاف تر از شیر

چنان بکوہ وکمر خارہ راتراشیدند

کہ بہر موکب شاہی سزد مرو میسر

زمین عرصۂ کشمیر آسمان بگذشت

بقدر دولت تقبیل پایہای سریر

اکبر کے زمانے کا فن معماری کا بہترین نمونہ سرینگر کے شمال مشرق میں واقع پہاڑی کوہ ماران جسے ہاری پربت بھی کہتے ہیں کے اردگرد کی فصیل ہے۔ اکبر نے کشمیر کی سیروسیاحت کے دوران اپنے گورنر کشمیر کو حکم دیا تھا کہ وہ یہ فصیل تعمیر کرائے (۱۳)۔ فصیل کے اندر ایک نیا شہر بسانے کا حکم بھی دیا جس کا نام اکبر نے ناگرنگر رکھا تھا۔ چونکہ کشمیر فتح ہونے کے باوجود بھی کشمیر میں بغاوتیں ہوتی رہتی تھیں غالباً یہی وجہ ہے کہ مغل فوجوں کے تحفظ کیلئے یہ فصیل بنائی گئی ہو کیونکہ

ٹک کے یہاں اسکے متعلق ایک خفیف سا اشارہ ملتا ہے وہ لکھتا ہے کہ ''مغل دیوار کے اندر رہائش کرتے ہیں''(۱۴)۔

جیسا کہ فصیل کے جنوبی دروازے (کاٹھی دروازہ) پر کندہ کتبے کی عبارت سے پتہ چلتا ہے اکبر نے فصیل تعمیر کرانے کا کام اس زمانے کے مشہور آفاق معمار خواجہ محمد حسین کابلی کے سپرد کیا تھا(۱۵)۔اسی فصیل کے اندر ناگرنگر شہر بسایا گیا تھا۔جس میں بادشاہ کا مسکن دولت خانہ بھی تعمیر کیا گیا تھا۔یہ شاہی محلات ہاری پربت کے مشرق میں موجودہ نگین جھیل کے کنارے پر تعمیر کرائے گئے تھے،جن کی تعمیر جہانگیر کے عہد میں مکمل ہوئی تھی۔چنانچہ جہانگیر اسکے بارے میں لکھتا ہے کہ:

''متصل بہ شہر کوہچہ ایست کہ آنرا کوہ ماران گویند وہری پربت نیز نامند و بر سمت شرقی آن کوہ دل واقع است۔۔۔۔۔۔حضرت عرش آشیانی (اکبر) انار اللہ برہانہ حکم فرمودہ بودند کہ درین مقام قلعہ از سنگ وآہک در غایت استحکام اساس نہند۔درعہد دولت این نیاز مند قریب الاختتام شدہ چنانچہ کوہچۂ مذکور درمیان حصار افتادہ و دیوار قلعہ بر دور آن گشتہ وکول مذکور بحصار پیوستہ وعمارات دولتخانہ مشرف برآن آب است و در دولتخانہ باغچہ واقع است ومختصر عمارتی دروسط آن(جروکہ شاہی) کہ والد بزرگوارم اکثر اوقات درآنجا می نشستند''(۱۶)

جہانگیر کے زمانے میں ناگرنگر میں شاہی دولت خانہ کی حالت خراب ہوچکی تھی لہذا جہانگیر نے اسکے ازسرنو تعمیر کرانے کا حکم اسطرح جاری کیا:

''درین مرتبہ بسخت بیطراوت وافسردہ بنظر درآمدہ۔چون نشیمن گاہ آن قبلۂ حقیقی وخدای مجازی(اکبر) درحقیقت سجدہ گاہ این نیازمند است،برخاطر حق شناس ناپسندیدہ افتادہ معتمد خان کہ از نبدھای مزاج دانست حکم فرمودم کہ در ترتیب باغچہ وتغیر منازل غایت جد وجہد بجا

رسانند۔ در اندک فرصت بحسن اہتمام رونق دیگر یافت۔ در باغچہ منزل عالی کہ دو دورہ مربع مشتمل بر سہ قلعہ آراستہ شدہ عمارات را از سر نو تعمیر فرمودہ بہ تصویر اوستادان نادرہ کار رنگ نگار خانہ چینی ساخت و این باغچہ را نور افزا نام کردم" (۱۷)۔

ہاری پربت کی فصیل جو کہ آجکل موجود ہے کو ۴۴ سال جلوس اکبر مطابق ۱۰۰۶ھ میں مکمل کیا گیا۔ فصیل کے جنوبی دروازے پر اکبر کے زمانے کا مندرجہ ذیل کتبہ آج بھی دروازے کے اوپر نصب ہے:

بنای قلعۂ ناگرنگر شد — بحکم پادشاہ دادگستر
سر شاہان عالم شاہ اکبر — تعالیٰ شانہٗ اللہ اکبر
شہنشاہی کہ در عالم مثالش — نبود است و نخواہد بود دیگر
کرور و نہ لک از مخزن فرستاد — دو صد استاد ہندی جملہ چاکر
نکرد ہیچ کس بیگار اینجا — تمامی یافتند از مخزنش زر
چہل و چار از ظہور پادشاہی — ہزار و شش ز تاریخ پیمبر

مندرجہ بالا کتبے کے نیچے دوسرا کتبہ بھی نصب ہے جسمیں اسکے معمار محمد حسین کا بھی ذکر آتا ہے۔

بنای قلعۂ ناگرنگر بعون الہ — بحکم حضرت ظل الہ اکبر شاہ
بسعی خواجہ محمد حسین گشت تمام — حقیر بندۂ از بندہ ھای اکبر شاہ
بقای دولت این شاہ تا ابد باد — بحق اشھد ان لا الہ الا اللہ (۱۸)

معتبر ذرائع سے پتہ چلتا ہے کہ ناگرنگر ۱۰۲۹ھ میں نامکمل تھا چنانچہ جہانگیر نے ۱۰۲۹ھ کے واقعات تحریر کرنے کے ضمن میں لکھا ہے: "بحکم عرش آشیانی (اکبر) قلعہ از سنگ و آھک در غایت استحکام احداث یافتہ غایتاً ہنوز ناتمام است۔ یک ضلع آن ماندہ امید کہ بعد ازین باتمام رسد" (۱۹)

جہانگیر کے زمانے میں ایک یورپی سفیر ہندوستان میں موجود تھا۔ وہ اس فصیل اور اسکے اندر شاہی محلات کے بارے میں یوں رقمطراز ہے کہ ''پہاڑی کے اردگرد ایک فصیل ہے جسمیں بہت سے مکانات ہیں ان کے بیچ میں بادشاہ کا محل ہے جو بہت ہی وسیع ہے۔ ملکۂ نور جہان اسکے بھائی آصف خان، مکرم خان بادشاہ کے سب سے چھوٹے بیٹے سلطان شہریار (جسکی شادی ملکہ کی بیٹی جو کہ اسکے پہلے خاوند سے تھی) کے محلات بادشاہ کے محل کے اردگرد ہیں'' (۲۰)۔

سفیر مذکور مزید لکھتا ہے کہ ''جہانگیر نے اس قلعے کے لئے لکڑی کی بنی ہوئی پانی کی ایک نہر بھی تعمیر کرائی لیکن اس خیال سے کہ اس کا پانی دشمن آسانی سے زہر آلود کر سکتا ہے، دس ہزار روپے خرچ کرنے کے بعد اس خیال کو ترک کیا''۔ اسکی تصدیق جہانگیر سے بھی ہوتی ہے کیونکہ ۱۰۳۱ھ کے واقعات تحریر کرنے کے ضمن میں جہانگیر اپنی توزک میں لکھتا ہے کہ حیدر ملک چاڈورہ کو تیس ہزار روپے دیئے گئے تا کہ شاہی محلات کے لئے لار سے ایک نہر لائے۔ وہ لکھتا ہے:

''حیدر ملک را بکشمیر فرستادم کہ از درۂ لار جوی آب بباغ نور افزا بیارد۔ سی ہزار روپیہ بہ جہبت مصالح واجورۂ آن حوالہ شد'' (۲۱)

کشمیر میں اکبر کے زمانے میں فن معماری کو کافی فروغ ملا۔ ایک طرح قلعہ ناگرنگر کی تعمیر جاری تھی تو دوسری طرف فصیل کے اندر امیروں، وزیروں اور شہزادوں نے اپنے لئے بہت سے محلات بنوائے اور باغات لگوائے۔ اکبر نے خود کشمیر میں ایک خوبصورت اور دلکش عبادت خانہ کی بنیاد بھی ڈالی تھی جہاں پر حسب منشاء ہندو اور مسلمان دونوں فرقے کے لوگوں میں سے جن کا دل چاہتا تھا، مصروف عبادت رہتے۔ یہ عبادت خانہ کشمیر میں کہاں پر تعمیر کرایا گیا تھا، اسکے بارے میں مؤرخین خاموش نظر آتے ہیں۔ البتہ عین ممکن ہے کہ یہ عبادت خانہ بھی اکبر نے ہاری پربت (کوہ ماران) میں اپنے دولتخانہ کے نزدیک ہی بنوایا ہوگا۔ اس عالیشان عمارت کی دیوار پر ایک

خوبصورت کتبہ منقش کرایا گیا تھا جسکی عبارت ابوالفضل علامی نے ترتیب دی تھی۔ اسکے بارے میں مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ "ذرا اس کے الفاظ دیکھو کس صدق دل سے ٹپکے ہیں" (۲۲)۔ کتبہ ملاحظ فرمایئے:۔

"الٰہی بہر خانہ کی می نگرم جو یای تو اندو بہر زبان کہ می شنوم گویای تو۔ شعر

کفر و اسلام در رہت پویان

وحدہ لا شریک لہ گویان

اگر مسجد ست بیاد تو نعرۂ قدوس می زنند و اگر کلیسا ست بشوق تو ناقوس می جنبانند رباعی

ای تیر غمت را دل عشاق نشانہ — خلق بتو مشغول و تو غائب ز میانہ

گہ معتکف دیرم و گہ ساکن مسجد — یعنی کہ ترا می طلبم خانہ بخانہ

اگر خاصان ترا بکفر و اسلام کاری نیست این ہر دو را پردۂ اسلام تو باری نہ ۔

کفر کافر را و دین دیندار را — ذرۂ درد دل عطار را

این خانہ بہ نیت ائتلاف قلاب موحدان ہندوستان و خصوصاً معبود پرستان عرصۂ کشمیر بنا یافت ۔

بفرمان خدیو تخت و افسر — چراغ آفرینش شاہ اکبر

نظام اعتدال ہفت معدن — کمال امتزاج چار عنصر

خانہ خرابی کہ نظر صدق نینداختہ این خانہ را خراب سازد باید کہ نخست معبد خود را بیندازد چہ اگر نظر بہ دل است با ہمہ ساختنی است و اگر چشم بر آب و گل است ہمہ برانداختنی۔ مثنوی

خداوند چو داد کار دادی — مدار کار بر نیت نہادی

توئی بر کار گاہ نیت آگاہ — بہ پیش شاہ داری نیت شاہ (۲۳)

اکبر کشمیر کی خوبصورت وادی کو ہمیشہ اپنا ذاتی باغ تصور کرتا تھا۔ اس نے اس گل پوش وادی کی خوبصورتی کو بڑھاوا دینے کیلئے بعض دلکش اور عالیشان باغات بھی لگوائے ہیں جن سے اسکی خوبصورتی دوبالا ہوگئی۔ کشمیر کی فطرتی خوبصورتی اور یہاں کے قدرتی مناظر سے متاثر ہوکر اس نے شہر سرینگر میں ناگر نگر میں جروکہ ی شاہی اور درشنی باغ ہاری پربت کے دامن میں تعمیر کرائے۔ یہ دونوں اکبر نے اپنے دولتخانہ کے نزدیک بنوائے تھے۔ شاہی محلات میں سنگ بلور اور سنگ اسود استعمال کیئے گئے تھے۔ اور اسکے ستونوں پر موصع کاری سے جواہرات جڑے گئے تھے۔ انہی محلات میں ایک جروکہ شاہی بھی بنوایا گیا تھا جس کے سامنے ایک خوبصورت باغ جھیل ڈل کے ساحل تک قسم قسم کے درختوں' آبشاروں اور سنگ مرمر سے بنوایا گیا تھا اور اس کا نام درشنی باغ تھا۔ اس باغ کا تاریخی شعر یہ ہے۔

شاہ گلگشت باغ بنمود

''باغ'' تاریخ باغ فرمود (۲۴)

جہانگیر کشمیر کے قدرتی نظاروں اور دلکش آب وہوا کا بڑا شیدائی تھا۔ اپنے آپ کو فرحت وآرام بخشنے کی خاطر وہ اوایل بہار میں جبکہ وادی کے اکثر پہاڑ برف پوش ہوا کرتے ہیں' دشوار گذار راہیں طے کر کے کشمیر کے دلفریب نظاروں اور یہاں کے رنگ برنگے پھولوں سے لطف اندوز ہونے کیلئے کشمیر آتا تھا۔ چونکہ وہ متعدد بار کشمیر آیا ہے لہٰذا وادی کشمیر کے آنے جانے کے دشوار گذار راستوں کو زیادہ آرام دہ بنانے کیلئے بہت سی پناہ گاہیں اور سرائیں تعمیر کرائیں اور راستے کو ٹھیک کرانے کا کام اپنے درباری معمار نورالدین قلی کے سپرد کیا چنانچہ چودھویں سال جلوس مطابق ۱۰۲۸ھ کے واقعات تحریر کرنے کے ضمن میں جہانگیر توزک میں رقمطراز ہے:

''چون عزیمت سیر گلزار ہمیشہ بہار کشمیر در خاطر تصمیم یافتہ نورالدین قلی رخصت شدکہ

پیشتر شناختہ نشیب وفراز راہ پونچ (پونچھ) راحتی الامکان علاج نماید ونوگی سازد کہ عبور چاروا ہای بار بردار از کریوہ ہای دشوار گذار بسہولیت میسر شود و مردم محنت وشعب نکشند وجمع کثیر از عملہ وفعلہ ایکار مثل سنگتراش ونجار وبیلدار وغیرہ ہمراہی اور خصت یافتند'' (۲۵)۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس راستے میں سرائیں وافر تعداد میں موجود نہیں تھیں جہانگیر نے سرما اور برف سے محفوظ رہنے کے لئے جگہ جگہ اور ہر منزل پر عمارتیں اور سرائیں تعمیر کرائیں جو ۱۰۲۹ھ میں مکمل تو ہو چکی تھیں لیکن استعمال کے لائق نہیں تھیں چنانچہ ۱۰۲۹ھ کے واقعات میں توزک میں جہانگیر لکھتا ہے کہ:۔

''پیش ازین فرمودہ بودم کہ از کشمیر تا انتہای کوھستان در ہر منزل عمارتی بجہت نشیمن خاصہ واہل مجلس اساس نہند کہ در سرما و برف در خیمہ باید گزرانید۔ اگرچہ عمارات این منزل باتمام پیوستہ بود چون ہنوز نم داشت وبوی آہک می آمد در خیمہ استراحت نمودہ شد'' (۲۶)

لیکن ۱۰۳۴ھ (اسفندار مہینے کے وسط میں) جب جہانگیر بقول کامگار حسینی چوتھی بار کشمیر گیا تو اس وقت اس سارے راستے میں جگہ جگہ سرائیں تعمیر ہو چکی تھیں۔ چنانچہ ماآثر جہانگیری کا مؤلف لکھتا ہے:''روز جمعہ بیست ونہم در منزل نور آباد کہ بر ساحل دریای بہت واقعست نزول اتفاق افتاد۔ از گہات بہت تا کشمیر بدستوری کہ در راہ پیر پنچال منزل بہ منزل جایہا ونشیمنہا ساختہ اند در ین راہ نیز اساس یافتہ واصلاً بہ خیمہ وسایر رخوت فراشخانہ احتیاج نیست'' (۲۷)۔

جہانگیر کو پتھروں پر کتبے کندہ کرانے کا بے حد شوق تھا۔ کتبہ نویس اکثر لمبے اور طوفانی سفر میں بھی اسکے ہمرکاب ہوا کرتے تھے۔ وہ جن راستوں سے گذرتا تھا یا کشمیر میں جو دلکش جگہیں اسے پسند آجاتی تھیں وہاں کسی بڑے پتھر پر کوئی دلکش شعر یا اپنے گذرنے کی تاریخ کندہ کراتا تھا چنانچہ ۱۰۳۴ھ میں پونچھ سے کشمیر آتے ہوئے جہانگیر نے یہ حکم دیا تھا:

''تاریخ عبور لشکر منصور بر لوح سنگی ثبت نما پند تا این نقش دولت در صفحۂ روزگار ماند'' (۲۸)۔ اسی طرح بیرم کلہ سے جہانگیر جب ۱۰۲۹ھ میں کشمیر سے واپس ہندوستان جارہا تھا تو وہاں راستے میں ایک نہایت دلکش آبشار اور چشمہ تھا جہاں جہانگیر کے حکم سے ایک صفہ تعمیر کرایا گیا تھا۔ اس جگہ کو جہانگیر نے پسند کیا اور وہاں پر تاریخ عبور کے علاوہ بے بدل خان کے کہے ہوئے چند اشعار بھی پتھر پر کندہ کرا کر اس صفہ کے اوپر نصب کرانے کا حکم دیا تا کہ یہ یادگار باقی رہے (۲۹)۔

جہانگیر کے شکار گاہوں میں سے ایک مقرر شکار گاہ جہانگیر پورہ تھا۔ جہاں پر جہانگیر کے دام قفس میں ایک صحرائی آہو گرفتار ہو چکا تھا جو کہ دربار میں موجود تمام ہرنوں میں بے نظیر تھا۔ جہانگیر کے حکم سے ہرن کے دام قفس میں گرفتار ہو جانے کی جگہ پر ایک یادگاری مینار تعمیر کرایا گیا اور اسکے حکم سے ملا محمد حسین زرین قلم کشمیری کا مندرجہ ذیل تحریر کردہ کتبہ مینار پر نصب کرایا گیا:

''درین فضای دلکش آہوئی بدام جہاندار خدا آگاہ نورالدین جہانگیر بادشاہ درآمد۔ در عرض یکماہ از وحشت صحرائیت بر آمدہ سر آمد آہوان خاصہ گشت۔ بنابر ندرت آہوی مذکور حکم کردم کہ ہیچکس قصد آہوان این صمر انکند و گوشت آنہا بر ہندو و مسلمان حکم گوشت گاو و گوشت خوک داشتہ باشد'' (۳۰)۔

جامع مسجد سرینگر:

یہ مسجد سلطان سکندر (شمیری) کے زمانے میں سکندر پورہ (موجودہ نوہٹہ) میں حضرت سیّد علی ہمدانیؒ کے فرزند ارجمند حضرت میر محمد ہمدانیؒ کے ایما پر اس زمانے کے دو مشہور معماروں خواجہ صدر الدین خراسانی اور سید محمد لورستانی کی راہنمائی میں ۸۰۱ھ میں تعمیر کی گئی تھی۔ ''مسجد

جامع کشمیری'' سے اسکی تاریخ "تکمیل نکلتی ہے (۳۱)۔ اسمیں ۳۷۲ بڑے ستون جن میں سے ۳۲ ستون تیس تیس گز لمبے اور چار چار گز ضخیم تھے (۳۲) اسکے چار طاق میں نصب کئے گئے تھے اور یہ مسجد ایک سو بیس گز مربع شکل کی تعمیر کرائی گئی تھی۔ (۳۳) یہ مسجد سلطان حسن شاہ کے زمانے میں ۸۸۵ھ میں نذر آتش ہوگئی۔ تین سال اور دو ماہ کے عرصے تک وہ اسکے مکمل کرانے میں کوشاں رہا اور دو دیواروں پر نقش ونگار کرائے ''مسجد اسس علی التقوی سے اسکی تاریخ ۸۸۵ھ نکلتی ہے (۳۴)۔ لیکن حسن شاہ کی اچانک موت سے یہ مکمل نہ ہوسکی۔ اسکے بعد سلطان محمد شاہ کے وزیر ملک ابراھیم ماگرے کو جامع مسجد کی دو دیواروں اور چھت ۹۰۹ھ میں مکمل کرنے میں کامیابی ہوگئی۔ یعقوب شاہ چک کے زمانے میں قاضی موسیٰ (جوکہ بعد میں شہید کئے گئے) نے اس مسجد کے چھت کی مرمت کرائی (۳۵)۔ جہانگیر کے عہد میں ۱۰۲۹ھ بروز عید رمضان اس مسجد کے گردونواح میں زبردست آگ لگ جانے کی وجہ سے بارہ ہزار مکانات کے سمیت یہ مسجد دوبارہ نذر آتش ہوگئی (۳۶)۔ معاصر مؤرخ حیدر ملک چاڈورہ اسکے نذر آتش ہونے کے بارے میں لکھتا ہے کہ خانقاہ جڈی بل جوکہ کشمیر میں شعیوں کی بڑی خانقاہ تھی کے جلائے جانے کی پاداش میں سنیوں نے اسکے والد ملک محمد ناجی اور اسکے خاندان کے دوسرے افراد پر یہ الزام لگایا کہ انہوں نے ہی اس عظیم الشان مسجد کو نذر آتش کیا۔ سنیوں کا ایک وفد جہانگیر سے ملا اور اسے صورت حال سے آگاہ کیا۔ باوجود اس کے کہ ملک حیدر چاڈورہ کو جہانگیر اور نور جہان کے پاس کافی قدر ومنزلت تھی' اسنے حیدر ملک کو ذاتی اخراجات سے اسکے تعمیر نو کا حکم دیا (۳۷)۔ جس نے جانفشانی سے اس کام کو انجام دیا۔ جامع مسجد کے چار طاقوں میں سے اسکے جنوبی طاق کے دروازے کے اوپر حیدر ملک چاڈورہ کا نصب کرایا ہوا تاریخی کتبہ آجکل بھی موجود ہے اور جس سے اسکے تعمیر نو کے آغاز کی تاریخ بھی اخذ ہوتی ہے (۳۸)۔ یہ کتبہ جہانگیری دور کے باقی ماندہ

کتبوں میں سے ایک ایسا کتبہ ہے جو تحول زمانہ کے ہاتھ سے بچ نکلا ہے۔ کتبہ ملاحظہ فرمایئے۔

نخستین مسجد جامع ز شہ اسکندر ثانی
عمارت یافت ونگہ سوخت از تقدیر سبحانی
دگر بارہ حسن شاہ آن کہ بود از نسل پاک او
بشد بانی این مسجد از توفیق ربانی
ولیکن از دو جانب نی ستون آراست نی سقفش
ز ابراہیم احمد ماگری شد راست تا دانی
ز ہجرت نہصد و نہ بود تا دور محمد شاہ
کہ این جنت سرا شد زینت و زین مسلمانی
بتاریخ ہزار و بست و نہ از ہجرت سید
بروز عید روزہ سوختہ در نوبت ثانی
ملک حیدر رئیس الملک در عہد جہانگیری
نہاد از نو بنایش باز روز عید قربانی
چو تاریخ بنایش جست گفتا ہاتف غیبی
نہاد از نو اساسش بازگاہ عید قربانی (۳۹)

اکبر اور جہانگیر کے زمانے کی نادر عمارات جن کے در و دیوار پر نقش و نگار سے اگلے زمانے والے بادشاہوں کی عظمت، سطوت اور شان ظاہر ہوتی ہے۔ یہ یادگاری عمارات اگلے ذوق سلیم کی نفاست اور لطافت کو بھی ظاہر کرتی ہیں۔ اگرچہ کشمیر میں یہ یادگاریں متعدد ہیں لیکن زمانے کے ظالم ہاتھوں سے شکستہ، بوسیدہ اور منہدم ہو چکی ہیں اور ان کو دیکھ کر ہر عبرت بین انسان

کا دل دھل جاتا ہے۔ ان میں سے بعض نفیس باغات آج بھی وادی کشمیر کے فطری حسن کو چار چاند لگاتے ہیں جن میں ویرناگ، شالمار باغ، اچھ بل اور مانسبل کے باغات اور شاہی محلات جہانگیر اور اسکی ملکہ نور جہان کے بہترین انتخاب اور ذوق جمیل کی نشاندہی کرتے ہیں (۴۰)۔

ویر ناگ:

شہر سرینگر کے بیچوں بیچ بہنے والے دریائے جہلم (جس کو فارسی مورخین نے دریائے بہت کا نام دیا ہے) کا اصلی منبع چشمہ ویرناگ ہے (۴۱)۔ اس چشمے کا صاف وشفاف پانی لطافت اور گوارائی میں ضرب المثل بن چکا ہے۔ طالب کلیم نے اسکے متعلق کہا ہے۔

انتخابی کردہ ام از گرم وسرد روزگار

اشک چشم خویش آب چشمۂ ورناگ را (۴۲)

یہ چشمہ تحصیل انت ناگ میں پرگنہ شاہ آباد میں بانہال پہاڑی کے دامن میں پھوٹتا ہے۔ چشمے کا نیلا پانی ساری وادی کو زندگی بخشتا ہے کیونکہ یہ دریا کشمیر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیلا ہوا ہے۔ ابوالفضل اس چشمے کے بارے میں یوں لکھتا ہے: ''در زمین ویر سر چشمۂ دریاء بہت ۔۔۔ حوضی است یک جریب۔۔۔۔۔ بشگرف آوابر جوشد و ژرفانا پدیدار۔ آنرا ویرناگ گویند'' (۴۳)۔

جہانگیر نے اپنی شہزادگی کے زمانے میں اس چشمے پر جگہ کی نزاکت اور نفاست کو مدنظر رکھکر ایک مناسب عمارت اور باغ تعمیر کرانے کا حکم دیا تھا (۴۴)۔ چنانچہ توزک میں وہ لکھتا ہے:

''این چشمہ منبع دریای بہت است۔۔۔۔ در زمان شاہزادگی حکم فرمودہ بودم کہ بر سر این چشمہ عمارتی کہ موافق مقام باشد اساس نہند'' (۴۵)۔

جہانگیر نے شہزادگی کے زمانے میں دوبار اس چشمے کو دیکھا ہے(۴۶)۔ لیکن چشمے کا ہشت گوشہ سنگین حوض جو تخمیناً آٹھ فٹ گہرا ہے اسکے اردگرد کی عمارات اور چشمے کے سامنے خوبصورت باغ کی تعمیر کا کام جہانگیر کے پندرھویں سال جلوس مطابق ۱۰۲۹ھ میں مکمل ہوا تھا(۴۷)۔

تاریخ حسن کے مؤلف نے لکھا ہے کہ جہانگیر نے حیدر ملک چاڈورہ کو اس چشمے پر عالیشان عمارات ہشت گوشہ سنگین حوض اور حوض کے اردگرد کی حصار بنوانے کا حکم صادر کیا تھا۔ حیدر ملک نے اسکے اردگرد کی حصار میں ۲۴ خوبصورت محراب بنوائے اور ایک محراب میں ایک پتھر پر مندرجہ ذیل کتبہ کندہ کرا کر نصب کرایا ہے۔ یہ کتبہ سنگ سیاہ پر جہانگیر کے زمانے کا خط نستعلیق میں ایک بہترین نمونہ ہے:

''پادشاہ ہفت کشور شہنشاہ عدالت گستر ابوالمظفر نورالدین جہانگیر پادشاہ ابن اکبر پادشاہ غازی بتاریخ ۱۵ سنہ جلوس درین سرچشمہ فیض آئین نزول اجلال فرمودند۔ این عمارت بحکم آن حضرت صورت اتمام یافت

از جہانگیر شاہ اکبر شاہ

این بنا سر کشیدہ بر افلاک

بانی عقل یافت تاریخش

قصر آباد و چشمہ ورناک

۱۰۲۹ھ

جہانگیر نے اپنی توزک میں اس چشمے اور باغ کے بیچوں بیچ گذرنے والے پانی کی ندیوں اور اردگرد کی جدولوں پانی میں تیرتی ہوئی مچھلیوں، ایوانوں میں لگے ہوئے طاقوں اور

صاف وشفاف پانی کی یوں تعریف کی ہے:

''حوض مشمن چہل و دو درع و چہاردہ گز عمق و آبش از عکس سبزہ وریاحین کہ برکوہ رستہ زنگاری رنگ و ماہی بسیار شناور و بر دور حوض ایوانہای طاق زدہ و باغی در پیش این عمارت واز لب حوض تا در باغ جوئی چہار گز در عرض ریک صدو ہشتاد گز در طول و دو گز در عمق و براطراف جوی خیابان سنگ بست و آب حوض بمشابہ صاف ولطیف کہ باوجود چہار گز در عمق اگر نخودی در زیر آب افتادہ باشد بنظر درمی آید واز صفائی جوی وسبزہ وگیاہ کہ در زیر آن چشمہ رستہ چہ نویسد ــــ نفس الامر آنکہ درتمام کشمیر باین خوبی ودلفریبی سیر گاہی نیست'' (۴۹)۔

باغ صفا:

مان سر جھیل جو کہ آجکل مانسبل کے نام سے مشہور ہے کے شمالی کنارے پر نور جہان نے ایک عالیشان دولت خانہ تعمیر کرایا تھا اور اس کا نام باغ صفا رکھا گیا تھا (۵۰)۔ آج کل یہ باغ معدوم ہو چکا ہے البتہ نور جہان کے محل کے کھنڈرات جھیل کی جانب آج بھی منہدم حالت میں ملتے ہیں۔

باغ فرح بخش یا شالیمار باغ:

یہ باغ جھیل ڈل کے کنارے کشمیر کے مغل باغات میں سب سے زیادہ اہم اور دلکش باغ ہے۔ جہانگیر نے اس باغ کا نام باغ فرح بخش رکھا تھا لیکن کشمیر میں یہ خوبصورت اور جہانگیر کے ذوق جمیل کی یاد کو تازہ کر دینے والا باغ شالیمار باغ کے نام سے مشہور ہے۔ اساطیری روایات کے تحت کشمیر کے ایک راجہ پرورسین (۷۹ء تا ۱۳۹ء) کے زمانے میں یہاں پر سوگرام سوامی نام کا ایک مرتاض عابد فروکش ہو چکا تھا۔ راجہ پرورسین اکثر اوقات اسکے پاس جایا کرتا تھا۔ راجہ نے اپنے لئے یہاں پر ایک عالیشان محل تعمیر کرایا جس کا نام اس نے شالیمار

رکھا (۵۲)۔ زمانے کے گذرنے کے ساتھ ساتھ یہ باغ شاہی منہدم ہو گیا اور وہاں پر ایک گاؤں آباد ہوا اور بعد میں اسی گاؤں کا نام شالمار پڑا (۵۳)۔

جہانگیر کے زمانے میں شالمار میں پہاڑ سے ایک خوبصورت ندی بہتی تھی۔ اسے یہ جگہ پسند آئی اور اپنے بیٹے شہزادہ خرم (شاہجہان) کو حکم دیا کہ ندی کو آبشار کی صورت میں بہا کر یہاں پر ایک سیر گاہ تعمیر کی جائے۔ توزک میں اسکی طرف یوں اشارہ ملتا ہے:

''درین دو سہ روز اکثر اوقات بر کشتی نشستہ از سیر و تماشای شگوفہ پھاگ و شالمار محظوظ گشتم۔ پھاگ نام پرگنہ ایست کہ بر اطرف کوہ ڈل واقع است وہمچنین شالمار نیز متصل آن وجوی آب خوشی دارد کہ از کوہ آمدہ بہ کول ڈل میریزد۔ بہ فرزند خرم فرمودم کہ پیش آن راببستہ آبشاری بہم رسیدہ کہ از آن محفوظ توان شد واین مقام از سیر گاہای مقرر کشمیر است'' (۵۴)۔

شہزادہ خرم کی نگرانی میں جہانگیر کے حکم کے تحت ۱۰۲۹ھ میں یہاں پر ایک خوبصورت باغ کی تعمیر شروع ہوئی۔ باغ میں ندی کے پانی کو آبشار اور فواروں کی صورت میں تبدیل کرایا گیا۔ باغ میں شہزادہ نے ایک حوض بھی بنوایا اور اس حوض کے وسط میں ایک خوبصورت بارادری تعمیر کرائی جس کے درو دیواروں پر خوبصورت نقش و نگار کرائے گئے۔ باغ کے اردگرد کی دیوار بھی بنوائی اور اسمیں قسم قسم کے درخت لگوائے۔ آبشار کا فرش مسطح پتھروں سے بنوایا جسمیں قیمتی جواہر، نگین اور عقیق مرصع کیے گئے تھے۔۔۔ شالمار باغ کی توصیف میں معاصر شاعر سلیم کا مندرجہ ذیل قصیدہ ادبی اور تاریخی دونوں اعتبار سے اہمیت کا حامل ہے ملاحظ فرمایئے۔

شنیدم شاہ روشن دل جہانگیر — زعشرت شد چو رونق بخش کشمیر
چو شد دامان دریا جلوہ گاہش — بسوی شالمار افتاد راہش
قضائی دید چو روی عروسان — سزاوار عمارات و گلستان

بلبعش روح روح افزا اثر کرد — گران خوابی دماغش را خبر کرد
بگفت این دشت دلکش بی بها ست — زما سرمنزلی این جا ضرور است
دران ایام شاه هفت اقلیم — که بر سر دارد از خورشید دیہیم
سر و سر گروه شاهزادگان بود — دران شاهزادگی شاه جہان بود
پی اہتمام این منزل قد افراخت — برای خویش کاری پیش انداخت
ازین چندین صفا در کار او شد — که شاه این چنین معمار او شد
ز نہر و آبشار و حوض و فوار — ز دیوار و عمارت، نخل و گلزار
بہشتی در جہان شد آفریده — چنین باغی فلک ہرگز ندیده
کنون آمد ز فیض خاک و آبش — فرح بخش از شه عالم خطابش(۵۶)

شالمار باغ ۱۰۳۰ھ میں مکمل ہوا۔ "فرحت گاہ شاہی" سے اسکی تاریخ تکمیل بحساب ابجد ۱۰۳۰ھ نکلتی ہے۔ اسکے تکمیل کا تاریخی قطعہ ملاحظہ فرمایئے۔

چو شد آراستہ باغ فرح بخش — بحکم حضرت ظل الہی
شہنشاہ شہان شاہ جہانگیر — که مشہور است از مه تا بماہی
پی تاریخ این گلزار ریان — خرد فرمود "فرحت گاہ شاہی" (۵۷)

باغ عیش آباد: ۱۰۳۰ھ

سودرہ کھون (جھیل) کے مشرقی کنارے پر آشائی باغ پل کے قریب حضرت بل جانے والی سڑک کے بائیں کنارے پر جہانگیر نے ایک اور باغ تعمیر کرایا تھا اور اس باغ کا نام باغ عیش آباد رکھا تھا۔ گاندربل لار سے ایک نہر کے ذریعے آنے والا پانی اس باغ کو سیراب کرتا تھا۔

اور اس ندی میں بھی جہانگیر نے آبشار اور فوارے لگوائے تھے۔ یہ باغ ۱۰۳۲ھ میں پایہ تکمیل کو پہنچا تھا۔ باغ کے تاریخ تکمیل کا قطعہ تاریخ ملاحظ فرمائیے۔

عیش آباد روضہ شاہی — از جہانگیر شہ چو یافت نظام
بہر تاریخ آن سروش بگفت — عیش آباد گلشن آرام (۵۸)

بحر آرا:

۱۰۳۲ھ

سودرہ کھون (جھیل) کے مغربی کنارے پر آباد باغ کے مقابلے میں باغبان پورہ کے نزدیک ملکہ نور جہان نے ایک عالیشان اور وسیع باغ تعمیر کرایا تھا۔ اس باغ کے سیراب کرنے کے لئے الہٰی باغ کی ندی سے پانی نہر کے ذریعے لایا گیا تھا۔ کہتے ہیں کہ جہانگیر بادشاہ اکثر وہاں پر ایک چھوٹے شکارے (کشتی) میں بیٹھ کر چاندنی رات میں سیر و تفریح کے لئے جایا کرتا تھا۔ اس باغ میں جہانگیر نے ایک عالیشان ہفت طبقہ کاخ بنوایا تھا جہاں سے وہ چاندنی راتوں میں جھیل ڈل کے پر کیف نظاروں سے لطف اندوز ہوتا تھا۔ اسی مناسبت سے اس رفیع المنزلت کاخ کا نام بحر آرا رکھا تھا۔ یہ کاخ ۱۰۳۴ھ میں مکمل ہوا تھا۔ باغ اور کاخ بحر آرا کا قطعہ تاریخ ملاحظہ ہو۔

چون بکشمیر باغ بحر آرا — گلشنی تازہ گشت شہر آرا
ہفت منزل نشیمن شاہی — بر جبینش شد است دہر آرا
بہر تاریخ این نشیمن خاص — ہاتفی گفت: کاخ بحر آرا (۵۹)

اچھ بل:

۱۰۳۴ھ

جہانگیر نے اس کا نام اچھول لکھا ہے (۶۰)۔ یہاں پر جہانگیر کے زمانے میں موزون اور دلکش نشیمن بنائے گئے تھے۔ اچھ بل کی خوبصورتی اسکے چشمہ میں مضمر ہے جو کہ سوسن واری پہاڑ

کے دامن میں شدومد کے ساتھ پھوٹتا ہے۔ جہانگیر اسکو چند بہترین اور خوبصورت جگہوں میں شمار کرتا ہے۔ چنانچہ اس چشمے کے اوپر وہ اکثر بزم پیالہ اور محفل سرود ترتیب دیتا تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ:
''روز مبارک شنبہ در سرناگ بزم پیالہ ترتیب یافت'' (۶۱) نور جہان نے یہاں پر ایک باغ بیگم آباد کے نام سے بنوایا تھا اور یہاں پر عالیشان عمارت اور پتھروں سے ایک حمام نور جہان کے حکم سے تعمیر ہو چکا تھا (۶۲)۔ آجکل اسکی عمارت منہدم ہو چکی ہے البتہ حمام موجود ہے۔

جہانگیر کے زمانے میں مندرجہ بالا باغات کے علاوہ بھی بہت سے باغات وادی کشمیر میں تعمیر کئے گئے لیکن ان میں سے اکثر باغات آجکل منہدم ہو چکے ہیں اور صحیح طور پر یہ اندازہ بھی نہیں لگایا جاسکتا کہ یہ کہاں پر موجود تھے جن میں سے ایک سرینگر کے عیدگاہ کے قریب نور باغ شامل ہے جو نور جہان کا بنوایا ہوا تھا (۶۳)۔ جہانگیر کے زمانے میں اسکے صوبیدار کشمیر ارادت خان نے ۱۰۳۰ھ میں سونتی مٹن ہار میں جو کہ موجودہ ناوپورہ (منوار یا منور آباد) کے مشرق میں واقع ہے، میں ایک بے نظیر اور وسیع عمارت، برج اور سنگین زینے تعمیر کرائے تھے۔ اس عمارت کے پنجرے نازک اور گل کاری کئے ہوئے تھے (۶۴)۔ اسکے علاوہ جہانگیر کے ایک اور صوبیدار کشمیر دلاور خان نے برارہ نمبل متصل محلہ قلاش پورہ (خانقاہ معلی سرینگر) میں ۱۰۲۷ھ میں باغ دلاور خان تعمیر کرایا تھا جسکی تاریخ تکمیل ''عمارت شاھی'' (۱۰۲۷ھ) ہے (۶۵)۔

پتھر مسجد (مسجد سنگین یا نو مسجد):

شہر سرینگر کے وسط میں دریائے جہلم کے مغربی کنارے پر اور خانقاہ معلی کے مقابلے میں محلہ حضرت ایشان صاحب کے بالکل قریب یہ مسجد ملکہ نور جہان کے ایما پر جہانگیر بادشاہ نے ۱۰۳۲ھ میں خالص پتھروں سے تعمیر کرائی ہے اس مسجد میں بڑے بڑے پتھر استعمال ہوئے ہیں (۶۶)۔ یہ مسجد کشمیر میں جہانگیری عہد کی ہی نہیں بلکہ تمام مغلیہ دور کی فن معماری کا برجستہ اور

بہترین مرقع ہے۔ اسکی عظمت سطوت اور استواری کی بدولت چند صدیاں گذرنے کے باوجود بھی اسکی شہرت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی ہے۔ یہ عمارت بہترین کاری گری اور اعلیٰ پایہ کی فن کاری کی بدولت اکبر اور جہانگیر کے زمانے کی تاریخی عمارات کے مقابلے میں ایک انوکھی یادگار ہے۔ مسجد کی استواری' اسکے محرابوں کی خاص ساخت' رفعت اور ستونوں پر کی گئی کندہ کاری اور نقش ونگار کو دیکھکر ہر دیکھنے والے کی توجہ اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ اور مسجد کی طاق سازی' منبت کاری' مسجد کے اندرونی گول گنبد اور اسکی سنگین چھت کشمیر میں مغل فن معماری کی یاد تازہ کرتی ہے۔

اس مسجد کی شمال سے جنوب تک کی لمبائی ساٹھ گز اور مشرق سے مغرب تک کی چوڑائی اٹھارہ گز ہے دریائے جہلم کے کنارے تک اس کا صحن پھیلا ہوا ہے جسکو جہانگیر نے سنگین فرش سے آراستہ کرایا تھا (٦٧)۔

کشمیر میں کوئی بھی مسجد اس دور کی اتنی پایہ دار اور اپنی اصلی حالت میں موجود نہیں جتنی کہ پتھر مسجد ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس عالیشان مسجد پر کوئی بھی کتبہ جہانگیر کے زمانے کا موجود نہیں اور جو کتبہ مسجد کے مشرقی درواز کے اوپر آجکل نصب ہے وہ افغان دور کا ہے۔ کیونکہ راجہ سکھ جیون نے ١١٦٩ھ کے قحط کے دوران اس مسجد میں شالی کا ذخیرہ کرایا تھا اور مسجد ویران ہوگئی لیکن افغان گورنر میر ہزار خان (٦٩) نے مسجد کی مرمت کرائی اور اسکے مرمت کی تاریخ کا کتبہ اسکے مشرقی دروازے کے اوپر نصب کرایا (٧٠)۔

مندرجہ بالا فن معماری کے چند برجستہ نمونوں اور ان پر نصب کیے گئے کتبوں کے علاوہ اس دور میں مختلف اور بہت سی قبروں اور سرلوحوں پر کندہ تعویزات بھی کتبوں میں شامل ہیں جن میں خاص طور پر اس دور کے مشہور علما فضلا صوفیا اور شعرا کے قبروں اور روضوں پر کے تعویزات

شامل ہیں لیکن طوالت کلام کے بموجب ان کو مجبوراً نظر انداز کرنا پڑا البتہ ان میں سے بعض اہم تعویزات کے عکس (فوٹو) زیرِ نظر مقالے میں مناسب جگہ پر آپ دیکھ سکتے ہیں۔ بہر حال ان کتبوں سے جو نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں ان کو ملحوظ نظر رکھکر یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ تاریخی اہمیت رکھنے کے علاوہ کشمیر میں فارسی ادب اور ترویج اور احیا کے لئے اس زمانے میں حتی الامکان کوششیں جاری تھیں۔ جہاں تک ان کتبوں کے ترسیم کئے جانے کا سوال ہے کشمیر میں اکبر اور جہانگیر کے دور سے پہلے جو کتبے فارسی یا عربی زبانوں میں آجکل دستیاب ہیں ان میں ایک خاص بات یہ نظر آتی ہے کہ شہمیری سلاطین کے کتبے اکثر خط نسخ میں ابھرے ہوئے حروف میں پتھروں کے سینے تراش خراش کر کے ضبط تحریر میں لائے گئے ہیں۔ لیکن چک سلاطین کے دور میں فن خوشنویسی میں یکا یک ایک انقلاب آ گیا۔ خط نسخ نے نستعلیق جیسے عروس الخطوط کے لئے جگہ خالی کردی۔ چنانچہ چک دور کے چند دستیاب کتبے اسی خط نستعلیق کے بہترین اور بے نظیر نمونے ہیں۔ لیکن یہ کتبے بھی شہمیری دور کے کتبوں کی طرح پتھروں کے سینے تراش کر ابھرے ہوئے حروف میں ملتے ہیں۔ جس کا بہترین نمونہ شہمیری دور کے آخر تاجدار حبیب شاہ کی قبر کا سنگ مزار ہے جو بدقسمتی سے آجکل نہایت خستہ حالت میں مہاراج گنج کے مزار سلاطین کی چار دیواری میں زین العابدین کے بنوائے ہوئے اپنی ماں کی قبر کے گنبد جو کہ ڈومٹھ کے نام سے مشہور ہے کے مقابلے میں بازار کی جانب چن دیا گیا ہے۔

کشمیر میں اکبر اور جہانگیر کے زمانے میں خط نستعلیق نے بے حد رواج پایا۔ کشمیر کے سلاطین کے کتبوں اور اکبر یا جہانگیری عہد کے کتبوں میں سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ مغل کتبے خط نستعلیق میں پتھر پر ابھرے ہوئے حروف کی بجائے پتھروں کے سینوں کو (Engrave) چیر کر کندہ کئے گئے ہیں جو کہ کشمیر میں کتبوں کے ترسیم میں ایک انقلابی حیثیت رکھتا ہے اور زمانے کی تیز

دھار سے لہولہان ہو چکے کشمیری تہذیب و تمدن کی بھی غمازی کرتا ہے۔ ان بے نظیر اکبر اور جہانگیری کتبوں میں خاص طور پر ناگرنگر (کاٹھی دروازہ) جامع مسجد سرینگر اور ویرناگ کے کتبے زمانے کے ظالم ہاتھوں سے بچکر زیبائی اور رعنائی کے بہترین مرقعوں میں شامل کئے جاسکتے ہیں۔

حواشی

۱۔ آئین اکبری ۱۶۲/۱ (فارسی)

۲۔ سبک شناسی ۳۰۱/۳ (جیبی)

۳۔ سرزمین ہند صفہ ۱۱۷

4. Archarological Survey Report for 1906-07:By W.H. Nicholls Page 161.

۵۔ آئین اکبری ۵۶۲/۲

۶۔ توزک جہانگیری صفہ۳۰۲ (نولکشور) بحوالہ اسلامک کلچر ان کشمیر ۲۱۲

۷۔ توزک جہانگیری صفہ ۳۰۳۔۳۰۴

8. Islamic Culture in Kashmir Page 215-216:

۹۔ سرزمین ہند صفہ ۱۳۰

۱۰۔ کشمیر ۲۵۱/۱

۱۱۔ اکبرنامہ ۵۳۷/۳

۱۲۔ کشمیر ۲۵۱/۱

۱۳۔ کشیر ۱/۴۲۶ میں درج ہے کہ اکبر نے اسکی تعمیر کا حکم سید یوسف خان رضوی مشہدی کو دیا تھا۔ جبکہ معاصر کشمیری سنسکرت مؤرخ شک لکھتا ہے کہ اکبر نے اپنے گورنر کشمیر محمد قلی خان کو اسکے تعمیر کا حکم دیا تھا۔ ملاحظہ ہو Kings of Kashmir page 426

۱۴۔ شک صفحہ ۴۲۶۔ اسکے متعلق مؤرخین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ شری واستوا لکھتا ہے کہ اکبر نے یہ فصیل اسلیئے بنوانے کا حکم دیا تھا تا کہ کشمیر کے قحط زدہ لوگوں کو روزگار کے مواقع میسر ہوں ملاحظہ ہو Akbar the Great Vol. I Page 409 اسکے برعکس سر لارنس کا بیان ہے کہ چک مظالم سے تنگ آ کر جو کشمیری ترک وطن کر چکے تھے ان کو کشمیر میں روزگار مہیا ہونے کی صورت میں واپس کشمیر آنے کی رغبت پیدا کی جائے۔

ملاحظہ ہو Valley of Kashmir By Lawrance Page 194

شک جو اس زمانے کا معاصر کشمیری مؤرخ تھا لکھتا ہے کہ اکبر نے محمد قلی خان کو ناگرنگر تعمیر کرنے کا حکم دیا کیونکہ اس وقت شاہی افواج نے شہریوں کے مکانات کو حیطۂ تصرف میں رکھا تھا اسطرح سے کشمری رعایا کو بہت سی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ کشمیر کے تاجروں نے لوگوں کی ناگفتہ بہ حالت دیکھکر بادشاہ کو مطلع کیا جس نے فصیل کے اندر نیا شہر بسایا اور اس کا نام ناگرنگر رکھا ملاحظہ ہو Kings of Kashmir Page 426

۱۵۔ کشیر ۱/۴۲۸ میں یہ غلط درج ہے کہ خواجہ محمد حسین یا میر محمد حسین کنٹھ کشمری معمار تھا۔ خواجہ محمد حسین کے بارے میں مآثر الامرا میں درج ہے کہ وہ قاسم خان میر بحر کا چھوٹا بھائی تھا۔ اکبر کے پانچویں سال جلوس میں اس نے منعم بیگ کے ہمراہ کابل سے آ کر اکبر کی ملازمت اختیار کی۔ اس نے جہانگیر کے زمانے میں ۱۰۲۰ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ فرمایئے:

مآثر الامرا ۱/۱۷۱۔۶۷۲ اور تاریخ حسن ۱/۳۸۸ حاشیہ

بقول پیرزادہ غلام حسن محمد حسین کنٹھ نے صفاکدل کے نزدیک ایک باغ جو باغ حسین کے نام سے معروف تھا بھی تعمیر کرایا ہے۔ اسکے علاوہ ایک مسجد اور خانقاہ بھی تعمیر کرائی ہے۔ مسجد کی تاریخ تعمیر مرہتی شاعر نے اس مصرعہ سے نکالی ہے ''حسین کنٹھ بنا کرد مسجد اولیٰ''۔ کنٹھ یا کنت دراصل اس کنٹھ مالا کی یادگار ہے جو اکبر نے فصیل تعمیر کرنے پر محمد حسین کو عطا کی۔ سروری صفحہ ۹۶ تاریخ حسن ۲۱۵/۱۔

۱۶۔ توزک جہانگیری صفحہ ۳۰۶ (نولکشور)

۱۷۔ توزک جہانگیری صفحہ ۳۰۶ ماثر جہانگیری صفحہ ۳۰۱ میں بھی یہ عبارت معمولی حذف و اضافہ کے ساتھ درج ہے۔

۱۸۔ تاریخ حسن ۳۸۷/۱ کتبے سے پتہ چلتا ہے کہ اس پر اکبر نے ایک کروڑ اور نولاکھ روپے خرچ کئے اسکے تمام معمار کشمیری نہیں تھے اور مزدوروں سے بیگار کا کام نہیں لیا گیا جو اسکی طرف خفیف اشارہ ہے کہ کشمیر میں اس زمانے یا اس سے پہلے بیگار کا رواج موجود تھا۔

۱۹۔ توزک جہانگیری صفحہ ۳۰۱

۲۰۔ جہانگیری کے زمانے میں ایک ڈچ سفیر ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ وابستہ تھا اس کا نام Francisco Pelsaert تھا وہ ۱۶۲۱ء سے ۱۶۲۷ء تک یعنی سات سال تک ہندوستان میں رہا۔ اس نے جو رپورٹ دی ہے وہ Remonstrantiec کے نام سے ۸۸ صفحات پر مشتمل ایک کتابچے کی صورت میں شایع ہو چکی ہے۔ ملاحظہ ہو: کشیر ۲۶۰/۱۔

۲۱۔ توزک جہانگیری صفحہ ۳۵۵

۲۲۔ دربار اکبری از آزاد صفحہ ۵۵۳

۲۳۔ بلاک مین نے لکھا ہے کہ یہ عبادت خانہ عالمگیر کے زمانے میں منہدم ہو گیا ملاحظہ فرمائیے

دربار اکبری از آزاد صفحہ ۵۵۴

۲۴۔ تاریخ حسن ۲۸۴/۱ جروکہ شاہی اور درشنی باغ دونوں افغان گورنر امیر خان جوان شیر کے حکم سے ۱۷۷۰ء میں تباہ کیے گئے ملاحظ ہو کشیر از صوفی ۳۱۴/۲ ۔ دی مغل ایمپائر صفحہ ۱۷۸ کے مطابق اکبر نے نسیم باغ بھی بنوایا تھا جو کہ آج کا کشمیر یونیورسٹی کے ساتھ منسلک ہے لیکن تاریخ حسن ۲۹۲/۲-۲۹۱ کے مطابق یہ باغ شاہجہان نے بنوایا۔

۲۵۔ توزک جہانگیری صفحہ ۲۷۸ نولکشور

۲۶۔ ایضاً صفحہ ۳۲۱ ماٰثر الامراء ۴۳۲/۳ میں درج ہے جس وقت جہانگیر اپنی تخت نشینی کے بعد پہلی بار کشمیر گیا اور اس سفر کا بنیادی مقصد کشمیر کے بہار سے لطف اندوز ہونا تھا چونکہ بہار کے موسم میں کشمیر کے اردگرد کے پہاڑ برف سے ڈھکے ہوتے ہیں لہٰذا اس نے ان راستوں کے ٹھیک کرانے کا اہتمام معتمد خان کو تفویض کیا۔

۲۷۔ ماٰثر جہانگیری صفحہ ۴۲۲

۲۸۔ ایضاً صفحہ ۴۲۲ مزید دیکھئے توزک جہانگیری صفحہ ۴۰۶ (نولکشور)

۲۹۔ توزک جہانگیری صفحہ ۳۲۱ (نولکشور) بیرم کلہ کے متعلق جہانگیر لکھتا ہے کہ یہاں سے لوگوں کی زبان بدلتی ہے۔ یہاں کے لوگ ہندی فارسی اور کشمیری میں بات چیت کرتے ہیں لیکن انکی اصلی زبان ہندی ہے توزک صفحہ ۳۲۲۔

۳۰۔ توزک جہانگیری صفحہ ۱۴۵ اس آہو کا نام جہانگیر نے منسراج رکھا تھا۔ جب یہ ہرن مر گیا تو اسے وہیں دفن کیا گیا جہاں پر اسے پکڑا گیا تھا اسکے قبر پر ہرن کا مجسمہ بھی بنوایا گیا۔ جہانگیر پورہ کے جاگیر دار سکندر میں کو جہانگیر نے ایک قلعہ تعمیر کرانے کا بھی حکم دیا تھا۔ توزک جہانگیری صفحہ ۱۵۰

۳۱۔ تاریخ حسن ۳۳۷/۱۔۳۳۸ واقعات کشمیر ۴۳' مآثر جہانگیری صفحہ ۲۹۷ میں درج ہے کہ یہ مسجد ۹۵۷ھ میں تعمیر کی گئی اور توزک جہانگیری میں بھی ۹۵۷ھ درج ہے۔

۳۲۔ مآثر جہانگیری صفحہ ۲۹۷

۳۳۔ تاریخ حسن ۳۳۸/۱

۳۴۔ تاریخ حسن ۳۳۵/۱ میں ''مسجد اسس علی التقویٰ'' خانقاہ معلیٰ کی تعمیر نو کے لئے بھی درج ہے۔

۳۵۔ ایضاً ۳۳۸/۱۔

۳۶۔ توزک جہانگیری میں درج ہے کہ ''ازان تاریخ تا حال (۱۰۲۰ھ) یکصد و بست سال است کہ برجاست۔ ازمحراب تا دیوار شرقی یکصد وچہل وپنج درع وعرض یکصد وچہل وچہار درع است، مشتملبر چار طاق وبر اطراف ایوان وستونہای عالی نقاشی ونگاری کردہ۔ الحق از حکام کشمیر اثری بہتر ازین نماند'' توزک جہانگیری صفحہ ۳۰۲ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۰۲۹ھ میں جب جہانگیر نے اس مسجد کے بارے میں تفصیل لکھی تھی اسوقت تک نذر آتش نہیں ہوئی تھی۔

37. Catalogue of Persian MSS by Rieu, British Museuim 297 ; Islamic Culture in Kashmir Page 214.

۳۸۔ تاریخ حسن ۳۳۹/۱

۳۹۔ واقعات کشمیر صفحہ ۱۲۴ History of Muslim Rule in Kashmir Page 307

۴۰۔ کشیر ۲۵۳/۱ اور اسلامک کلچر ان کشمیر صفحہ ۱۲۲۔

۴۱۔ مآثر جہانگیری صفحہ ۳۱۱ توزک جہانگیری صفحہ ۳۰۲ البتہ صفحہ ۳۰۶ میں غلطی سے چشمہ

تریاک درج ہوا ہے۔

۴۲۔ واقعات کشمیر صفحہ ۵

۴۳۔ آئین اکبری ۵۶۸/۲

۴۴۔ توزک جہانگیری صفحہ ۳۰۲

۴۵۔ ایضاً صفحہ ۳۱۸ لیکن صفحہ ۴۶ توزک جہانگیری میں یوں درج ہے: ''بعد از جلوس فرمودم کی اطراف چشمہ بہ سنگ بستہ باغچہ براطراف آن ترتیب دادہ جوی آنرا جدولی ساختند وایوانہا و خانہا بردور چشمہ ساختہ جائی مرتب گشتہ کہ روندہ ہای ربع مسکون مثل آن کم نشان می دہد''۔

۴۶۔ توزک جہانگیری صفحہ ۴۶

۴۷۔ ایضاً صفحہ ۳۱۸

۴۸۔ شیرین قلم جلد دوّم مطبوعہ کلچرل اکادمی سرینگر

۴۹۔ توزک جہانگیری صفحہ ۳۱۸ کشمیر ۲۶۳/۱ میں درج ہے کہ جہانگیر نے ویرناگ میں ایک نگارخانہ (Picture Gallary) بھی لگوایا تھا جسمیں ہمایوں، اکبر، جہانگیر اور ایران کے شاہ عباس کی تصویریں رکھی گئیں تھیں۔

۵۰۔ تاریخ حسن ۱۵۹/۱

۵۱۔ ایضاً ۱۸۹/۱

۵۲۔ بقول مصنف تاریخ حسن شال کے معنی خانہ یعنی گھر کے ہیں جیسے دھرم شال اور مار لقب ''کام دیو'' ہے جسکے معنی زیبا یا خدائے محبت کے ہیں۔ اسطرح سے شالمار کے معنی خانۂ محبت ہے۔ تاریخ حسن ۲۸۶/۱ لیکن کشیر ۵۲۹/۲ میں صوفی نے نگاستان کشمیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ شالامار اصل میں ترکی لفظ ہے جسکے معنی مقام آسایش و آرام ہے۔

۵۳۔ تاریخ حسن ۱/۲۸۶ Islamic Culture in Kashmir Page 221

۵۴۔ توزک جہانگیری صفہ ۳۰۷۔ ظفر خان احسن نے اس باغ کا نام ایک جگہ شالا مار لکھا ہے۔

برآوردہ پر از شوق نگارش کہ تا بوسد کنار شالا مارش

۵۵۔ شالمار باغ کے آبشار کے فرش سے نگین اور عقیق جیسے قیمتی جواہر مہاراجہ رنبیر سنگھ کے وزیر اعلی وزیر پنوں نے نکلوا دیے جن کی وزن ایک خروار تھی اور آبشار کے فرش کو اکھاڑ کر سفالین فرش بچھادی۔ ملاحظہ ہو تاریخ حسن ۱/۲۸۷

۵۶۔ تاریخ حسن ۱/۸۶۔۲۸۷

۵۷۔ ایضاً ۱/۲۸۷ صوفی نے اس باغ کی تاریخ تکمیل ۱۰۳۱ھ لکھی ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو صوفی کی تصنیف.Islamic Culture in Kashmir Page 221

۵۸۔ تاریخ حسن ۱/۲۸۸ پیرزادہ غلام حسن مصنف تاریخ حسن کے زمانے میں یہاں صرف چند چنار کے درخت موجود تھے۔ آجکل کثرت استعمال سے اس باغ کا نام بگڑ کر ”آشائی باغ“ ہو چکا ہے اور اس کو باغ نگین بھی کہتے ہیں۔

۵۹۔ تاریخ حسن ۱/۲۸۹

۶۰۔ توزک جہانگیری صفہ ۳۵۴

۶۱۔ توزک جہانگیری صفہ ۳۵۴

۶۲۔ تاریخ حسن ۱/۲۸۹

۶۳۔ ایضاً

۶۴۔ ایضاً ۱/۳۰۰ واقعات کشمیر صفہ ۱۲۵

۲۵۔ ایضاً
۲۶۔ تاریخ حسن ۱/۳۴۶
۲۷۔ کشمیر میں سکھ دور میں کرنیل میاں سنگھ نے پتھر مسجد کے صحن سے سارا سنگین فرش اکھاڑ کر بسنت باغ کی تعمیر میں استعمال کرایا۔ ملاحظہ ہو تاریخ حسن ۱/۳۴۶
۲۸۔ راجہ سکھ جیون کا آبائی وطن خوشاب پنجاب تھا۔ وہ کابل میں پیدا ہوا تھا۔ وہ احمد شاہ درانی کے زمانے میں صوبیدار تعینات ہوا۔ ملاحظہ ہو تاریخ حسن ۱/۳۴۶ حاشیہ
۲۹۔ میر ہزار خان، تیمور شاہ اور زمان شاہ درانی کے زمانے میں صوبیدار کشمیر تھا۔ ۱۷۹۲ء سے ۱۷۹۳ء تک۔ ملاحظہ ہو تاریخ حسن ۱/۳۴۷ حاشیہ
۳۰۔ پتھر مسجد پر آج کل جو کتبہ نصب ہے وہ یہ ہے

ہوالمعبود

شکر حق کز دعای اہل یقین — باز آباد گشت خانۂ دین
کرد سردار خط میر ہزار — مسجد نو بپا بصد تزئین
اختر دولتش فروزان باد — تا بود بر فلک مہ و پروین
اینچنین مسجدی از بلندی قدر — آسمانی بود بروی زمین
عاقبت روسیاہ ملعون شد — ہر کہ او غلہ می نہاد درین
خبر از ہاتفی پرسیدم — تا کند سال این مرا، تلقین
ہاتفی گفت: ''عہد میر ہزار — نو شد آباد مسجد سنگین''

(۱۲۰۷ھ)